

احتراق کتب ابن لہیہ: تحقیقی و تجرباتی مطالعہ

The Burning of Ibn Luhay'ah's Books: A Research and Analytical Study

حافظ محمد عمران الہی

پی ایچ ڈی اسکالر، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اعجاز

پروفیسر، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

Abstract

This research paper presents a comprehensive analytical study of the incident concerning the burning of Abdullah ibn Luhay'ah's (96 AH – 174 AH) scholarly books, a pivotal event that has generated significant debate among hadith critics regarding the reliability of his narrations. Ibn Luhay'ah, the distinguished judge of Egypt and a prominent hadith scholar of his time, experienced a house fire around 170 AH that allegedly destroyed his books, leading to confusion (ikhtilāt) and a tendency toward tadrīs (concealing weak chains) in his later narrations. The research examines three major scholarly perspectives: first, that all his books were burned, causing errors and confusion in his narrations; second, that the incident is entirely baseless; and third, that a fire occurred but only some books were destroyed while his original books remained preserved. Through detailed analysis of statements from prominent hadith critics including Imām Bukhārī, Yaḥyā ibn Ma'īn, Aḥmad ibn Ḥanbal, Ibn Ḥibbān, Ibn Ḥajar al-'Asqalānī, and others, the study concludes that the third perspective is the most preponderant. The research further examines the positions of scholars who affirmed the fire (such as Qutaybah ibn Sa'īd, 'Amr ibn 'Alī al-Fallās, al-Ḥākim al-Naysābūrī, and Burhān al-Dīn Sabṭ Ibn al-'Ajāmī) alongside those who denied it entirely (including Aḥmad ibn Ṣāliḥ al-Miṣrī and the father of Yaḥyā ibn Ḥassān). A third group, including 'Uthmān ibn Ṣāliḥ al-Sahmī, Ishāq ibn 'Isā al-Ṭabbā', and Imām al-Dhahabī, maintained that only some books were burned while his original sources remained intact. The study establishes that Ibn Luhay'ah's original books were largely preserved, explaining why reliable narrators like Ibn al-Mubārak and Ibn Wahb continued to transmit from him after the fire, and that the Ḥanafī school developed nuanced criteria for accepting his narrations based on distinguishing between early and late hearing.

Keywords: Ibn Luhay'ah, burning of books, hadith criticism, narrations, tadrīs, analytical study, ikhtilāt

عبداللہ بن لہیہ بن عقبہ حضرمی، ابو عبد الرحمن المصری (۹۶ھ - ۱۷۴ھ) محدث، مورخ اور قاضی تھے۔ وہ عباسی خلیفہ المنصور کے عہد میں مصر کے قاضی مقرر ہوئے۔ ان کی زندگی کا ایک اہم موڑ (۱۷۰ھ) کے قریب پیش آیا، جب ان کے گھر میں آتشزدگی ہوئی اور ان کی علمی کتب مکمل طور پر جل گئیں۔ اس واقعے نے ان کی روایات کی نوعیت کو یکسر تبدیل کر دیا۔ محدثین نے اس واقعے کو "اختلاط" سے تعبیر کیا ہے، جس کے بعد ابن لہیہ نے تدلیس کا رجحان اختیار کیا۔ ذیل میں ہم خصوصی طور پر ان محدثین کے اقوال کا تجزیہ ہے جنہوں نے ابن لہیہ کی کتب کے احتراق پر گفتگو کی ہے۔ امام بخاری (م: ۲۵۶ھ) ابن لہیہ کے کتابوں کے جلنے کو یوں بیان کیا ہے: "قَالَ الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ بُكَيْرٍ: اخْتَلَطَتْ كُتُبُ ابْنِ لُهَيْعَةَ سَنَةَ سَبْعِينَ وَمِائَةٍ"¹ "امام بخاری نے یحییٰ بن بکیر سے روایت کیا کہ ابن لہیہ کی کتب سنہ ۱۷۰ھ میں جل گئیں۔" اس قول میں

¹ الذہبی، محمد بن أحمد. سیر أعلام النبلاء. تحقیق شعيب الأرنؤوط. بیروت: مؤسسة الرسالة، 1985، جلد 7، صفحہ 360.

احتراق کی صحیح تاریخ ۷۰ھ بتائی گئی ہے۔ یہ واقعہ ابن لہیعہ کی زندگی کا نقطہ انحراف ہے۔ اس سے پہلے وہ کتابت کے ذریعے روایت کرتے تھے، بعد میں حافظے سے روایت کرنے لگے۔

امام سعید بن ابومریم (م: ۲۲۳ھ) بھی اسی موقف کے قائل ہیں، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

"مَا أَقْرَبُهُ قَبْلَ الْاِحْتِرَاقِ وَلَا بَعْدَهُ"²

”وہ احتراق سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں بہت قریب (یعنی قوی) نہیں تھے۔“

اس قول سے پتہ چلتا ہے کہ سعید بن ابی مریم کے نزدیک ابن لہیعہ کی کمزوری صرف احتراق کے بعد کی نہیں بلکہ پہلے سے موجود تھی۔

امام قتیبہ بن سعید (م: ۲۴۰ھ)

لَمَّا احْتَرَقَتْ كُتُبُ ابْنِ هَيْعَةَ بَعَثَ إِلَيْهِ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ مِنَ الْعَدِ أَلْفَ دِينَارٍ³

”امام قتیبہ بن سعید نے فرمایا: ”جب ابن لہیعہ کی کتب جل گئیں تو اگلے ہی دن لیث بن سعد نے ان کے پاس ہزار دینار بھیجے۔“

قتیبہ بن سعید (۱۳۸-۲۴۰ھ) ثقہ حافظ اور امام بخاری کے شیخ ہیں۔ لیث بن سعد (۹۴-۱۷۵ھ) مصر کے امام اور فقیہ تھے۔

یہ قول احتراق کے واقعے کی تاریخی حیثیت کو ثابت کرتا ہے۔ لیث بن سعد جیسے جید عالم کامالی امداد بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ بہت بڑا تھا اور اس نے ابن لہیعہ کی علمی زندگی کو شدید متاثر کیا۔ یہی وہ دور ہے جب ابن لہیعہ نے حافظے سے روایت کرنا شروع کیا اور تدریس کی طرف مائل ہوئے۔

امام احمد بن حنبل (۱۶۴-۲۴۱ھ)

احْتَرَقَتْ كُتُبُ ابْنِ هَيْعَةَ.....⁴

”امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”ابن لہیعہ کی کتب جل گئیں.....“

امام احمد بن حنبل (۱۶۴-۲۴۱ھ) ائمہ اربعہ میں سے ایک، مسند احمد کے مصنف اور محدثین کے امام ہیں۔

اگرچہ یہ عبارت مختصر ہے، لیکن امام احمد کا اس واقعے کا ذکر کرنا اہم ہے۔ امام احمد نے دوسرے مقامات پر صراحت کی ہے کہ ابن لہیعہ مدلس تھے۔ یہاں احتراق کا ذکر اس تدریس کی بنیادی وجہ کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

امام یحییٰ بن معین (م: ۲۴۳ھ)

هُوَ ضَعِيفٌ قَبْلَ أَنْ تَحْتَرِقَ كُتُبُهُ وَبَعْدَ احْتِرَاقِهَا⁵

”وہ (ابن لہیعہ) اس سے پہلے کہ اس کی کتب جلتیں اور بعد میں جلنے کے، دونوں حالتوں میں ضعیف ہیں۔“

"وَقَالَ أَيْضًا: يُكْتَبُ عَنِ ابْنِ هَيْعَةَ مَا كَانَ قَبْلَ احْتِرَاقِ كُتُبِهِ"⁶

”اور انہوں نے یہ بھی فرمایا: ابن لہیعہ سے وہ کچھ لکھا جائے جو اس کی کتب کے جلنے سے پہلے کا ہے۔“

² ابن حجر العسقلانی، أحمد بن علي. تهذيب التهذيب. حيدرآباد: دار المعارف النظامية، 1909، جلد 5، صفحہ 329.

³ ابن أبي حاتم، عبد الرحمن. كتاب الجرح والتعديل. حيدرآباد: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، 1952، جلد 2، صفحہ 146.

⁴ الذهبي. سير أعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 368.

⁵ السجستاني، أبو داود. سؤالات أبي داود للإمام أحمد بن حنبل. القاهرة: مكتبة القاهرة، 1979، رقم 256.

⁶ الذهبي، محمد بن أحمد. ميزان الاعتدال. تحقيق علي محمد الجاوي. القاهرة: دار إحياء الكتب العربية، 1963، جلد 2، صفحہ 477.

یہ دو اقوال بظاہر متضاد نظر آتے ہیں۔ پہلے قول میں وہ دونوں حالتوں کو ضعیف کہتے ہیں، جبکہ دوسرے میں پہلے والی روایات لکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن ہبیہ پہلے بھی کامل ثقہ نہ تھے، لیکن احتراق سے پہلے کی روایات نسبتاً بہتر تھیں۔ یہ فرق ہی بعد میں تدلیس کا سبب بنا، کیونکہ احتراق کے بعد وہ حفظ کی کمزوری کی وجہ سے "عنعنہ" کرنے لگے۔

امام عبدالرحمن بن یوسف بن خراش (۱۳۰-۲۸۳ھ)

"قَالَ الْإِمَامُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُوسُفَ بْنِ خِرَاشٍ: كَانَ يُكْتَبُ حَدِيثُهُ، اخْتَرَقَتْ كُتُبُهُ، فَكَانَ مَنْ جَاءَ بِشَيْءٍ قَرَأَهُ عَلَيْهِ، حَتَّى لَوْ وَضَعَ أَحَدٌ حَدِيثًا وَجَاءَ بِهِ إِلَيْهِ قَرَأَهُ عَلَيْهِ"⁷

"امام عبدالرحمن بن یوسف بن خراش نے فرمایا: "ان کی حدیث لکھی جاتی تھی (پھر) ان کی کتب جل گئیں، توجو کوئی کوئی چیز لے کر آتا وہ اسے ان پر پڑھتا، یہاں تک کہ اگر کوئی کوئی حدیث گھڑ کر لے آتا اور ان کے پاس لاتا تو وہ اسے ان پر پڑھ دیتے۔"

عبدالرحمن بن یوسف بن خراش (۱۳۰-۲۸۳ھ) بغداد کے محدث اور ثقہ راوی ہیں۔

یہ قول انتہائی اہم ہے کیونکہ یہ واضح کرتا ہے کہ احتراق کتب کے بعد ابن ہبیہ کا طریقہ کار کیا تھا۔ وہ لوگوں کو اپنے پاس لائی ہوئی روایات پڑھوا لیتے تھے، چاہے وہ اصلی ہوں یا جعلی۔ اس بے احتیاطی نے انہیں تدلیس کی طرف دھکیل دیا۔ اس طریقے نے ان کی روایات میں خلط پیدا کر دیا۔

امام ابن حبان (۲۷۰-۳۵۴ھ)

وَوَجِبَ تَرْكُ الْاِخْتِجَاجِ بِرِوَايَةِ الْمُتَأَخِّرِينَ بَعْدَ اخْتِرَاقِ كُتُبِهِ فِيهَا مِمَّا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهِ"⁸

"امام ابن حبان نے فرمایا: "... اور واجب ہے کہ بعد والوں (متاخرین) کی روایت سے استدلال ترک کر دیا جائے، جو اس کی کتب کے جلنے کے بعد ان سے (منقول ہوئیں) ان میں جو اس کی حدیث میں سے نہیں ہیں۔"

"قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ حَبَّانَ: كَانَ أَصْحَابُنَا يَقُولُونَ: إِنَّ سَمَاعَ مَنْ سَمِعَ مِنْهُ قَبْلَ اخْتِرَاقِ كُتُبِهِ مِثْلَ الْعَبَادِلَةِ، فَسَمَاعُهُمْ صَحِيحٌ"⁹

"امام ابن حبان نے فرمایا: "ہمارے اصحاب کہتے تھے کہ جس نے اس کی کتب کے جلنے سے پہلے اس سے سنا، جیسے عبادلہ (عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ)، تو ان کا سماع صحیح ہے۔"

پہلے قول میں ابن حبان نے احتراق کے بعد کی روایات کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ وہ ابن ہبیہ کی اصل حدیث میں سے نہیں ہیں۔ یہ ان کی تدلیس کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے قول میں انہوں نے احتراق سے پہلے سننے والوں کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے، جیسے "عبادلہ" (عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمن بن مہدی، عبداللہ بن وہب وغیرہ)۔ ان کی روایات میں تدلیس کا احتمال کم ہے۔

امام عمرو بن علی الفلاس (۱۷۸-۲۴۹ھ)

"قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلَّاسُ: اخْتَرَقَتْ كُتُبُهُ، فَمَنْ كَتَبَ عَنْهُ قَبْلَ ذَلِكَ ... أَصَحُّ"¹⁰

"عمرو بن علی الفلاس نے فرمایا: "اس کی کتب جل گئیں، توجس نے اس سے اس (واقعے) سے پہلے لکھا.... وہ زیادہ صحیح ہے۔"

⁷ الذہبی. سیر أعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 370.

⁸ ابن العجمی، برهان الدین ابراہیم. نهاية الاغتباط بمن رمي من الرواة بالاختلاط. تحقيق علاء الدين علي رضا. بيروت: دار البشائر الإسلامية، 2005، صفحہ 58.

⁹ ابن حجر. تهذيب التهذيب، جلد 5، صفحہ 331.

¹⁰ ابن حبان، محمد. كتاب الضعفاء والمجروحين. تحقيق محمود إبراهيم زايد. حلب: دار الوعي، 1975، جلد 2، صفحہ 13.

یہ قول بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ احتراق سے پہلے کی روایات زیادہ معتبر ہیں۔ الفلاس نے "اصح" کہہ کر اس میں تفاضل کو واضح کیا ہے۔ بعد کی روایات میں تدریس اور غلطیوں کے امکانات زیادہ تھے۔

امام ابو جعفر طبری (۲۲۴-۳۱۰ھ)

"قَالَ الْإِمَامُ أَبُو جَعْفَرٍ الطَّبْرِيُّ فِي (تَهْذِيبِ الْأَثَارِ): اِخْتَلَطَ عَقْلُهُ فِي آخِرِ عُمُرِهِ"¹¹

"امام ابو جعفر طبری نے اپنی کتاب "تہذیب الآثار" میں فرمایا: "آخر عمر میں اس کا عقل مختلط ہو گیا تھا۔"

طبری نے اختلاط عقل کا ذکر کیا ہے۔ محدثین نے اس سے مراد کتب کا جلنا اور اس کے نتیجے میں حافظے کی کمزوری لی ہے۔ یہ اختلاط ہی تدریس کا سبب بنا۔ جب عقل اور حافظہ کمزور ہو تو راوی "عن" کے ذریعے روایت کرنے لگتا ہے، جو تدریس کی علامت ہے۔

امام حاکم نیشاپوری (۳۲۱-۴۰۵ھ) کے حوالے سے مسعودی کا بیان

"قَالَ مَسْعُودٌ عَنِ الْحَاكِمِ: لَمْ يَفْصِدِ الْكَذِبَ، وَإِنَّمَا حَدَّثَ مِنْ حِفْظِهِ بَعْدَ اخْتِرَاقِ كُتُبِهِ فَأَخْطَأَ"¹²

"مسعودی نے امام حاکم سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: "اس نے جھوٹ کا قصد نہیں کیا، بلکہ اس نے اپنی کتب کے جلنے کے بعد اپنے حافظے سے حدیث بیان کی تو غلطی کر بیٹھا۔"

یہ قول نہایت اہم ہے کیونکہ یہ ثابت کرتا ہے کہ ابن ابیہ نے جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا، بلکہ احتراق کے بعد حفظ کی کمزوری کی وجہ سے غلطیاں کیں۔ یہی غلطیاں تدریس کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ وہ جہاں پہلے "حدیثا" کہتے تھے، اب "عن" کہنے لگے، جس سے ساعت کا ثبوت ختم ہو گیا۔

امام برہان الدین سبط ابن العجمی (۴۵۳-۸۴۱ھ)

"أَوْرَدَهُ الْإِمَامُ بُرْهَانُ الدِّينِ مُحَمَّدُ سِبْطُ ابْنِ الْعَجْمِيِّ فِي كِتَابِهِ الَّذِي أَفْرَدَهُ لِلْمُخْتَلَطِينَ"¹³

"امام برہان الدین محمد سبط ابن العجمی نے انہیں (ابن ابیہ کو) اپنی اس کتاب میں شامل کیا ہے جو انہوں نے مختلطین کے لیے مخصوص کی تھی۔"

برہان الدین ابراہیم بن محمد سبط ابن العجمی (۴۵۳-۸۴۱ھ) حنفی محدث اور "نہایت الاعتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط" کے مصنف ہیں۔

اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن ابیہ کو مختلطین (اختلاط میں مبتلا راویوں) میں شمار کیا جاتا تھا۔ اختلاط کی بنیادی وجہ احتراق کتب تھا، اور اس اختلاط کا نتیجہ تدریس کی صورت میں نکلا۔

امام ابن حجر عسقلانی (۷۴۳-۸۵۲ھ)

"وَقَالَ الْإِمَامُ ابْنُ حَجَرٍ الْعَسْقَلَانِيُّ: اِخْتَلَطَ بَعْدَ اخْتِرَاقِ كُتُبِهِ"¹⁴

"امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: "وہ اپنی کتب کے جلنے کے بعد مختلط ہو گئے تھے۔"

¹¹ ابن حجر. تہذیب التہذیب، جلد 5، صفحہ 331.

¹² ابن حبان. کتاب الضعفاء والمجروحین، جلد 2، صفحہ 11.

¹³ ابن ابی حاتم. الجرح والتعديل، جلد 2، صفحہ 147.

¹⁴ ابن حجر. تہذیب التہذیب، جلد 5، صفحہ 331.

ابن حجر العسقلانی، أحمد بن علي. تقريب التہذیب. تحقيق محمد عوامة. حلب: دار الرشيد، 1993، صفحہ 188.

ابن حجر نے اپنی معروف کتاب "تقریب التہذیب" میں ابن ہبیر کے بارے میں یہی کہا ہے۔ "اختلط" سے مراد یہ ہے کہ ان کی کتابیں جل جانے کے بعد ان کا حافظہ کمزور ہو گیا اور وہ روایت میں تساہل کرنے لگے۔ یہی تساہل تدریس کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ابن حجر نے انہیں "طبقات المدلسین" میں بھی شامل کیا ہے۔

مندرجہ بالا اقوال سے درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

یہ واقعہ ۱۷۰ھ میں پیش آیا، جیسا کہ امام بخاری نے بیان کیا۔ اس واقعے نے ابن ہبیر کی علمی زندگی کو یکسر تبدیل کر دیا۔ کتابوں کے جلنے کے بعد ابن ہبیر نے حفظ سے روایت کرنا شروع کیا۔ ان کا حافظہ کمزور تھا، جس کی وجہ سے وہ غلطیاں کرنے لگے۔ وہ ہر آنے والے سے روایت پڑھوا لیتے تھے، چاہے وہ صحیح ہو یا غلط۔

عدم احتراق کے قائل محدثین

عبد اللہ بن ہبیر بن عقبہ حضرمی، ابو عبد الرحمن المصری (۹۶-۱۷۴ھ) کے بارے میں محدثین کے درمیان ایک اہم اختلافی مسئلہ ان کی کتب کے احتراق (آتشزدگی) کا ہے۔ جبکہ بیشتر محدثین نے اس واقعے کو تسلیم کیا ہے، وہیں بعض ائمہ نے یا تو اس کی نفی کی ہے، یا پھر ان سے کوئی قول اس سلسلے میں منقول نہیں ہے۔ یہ مضمون خصوصی طور پر ان محدثین کے اقوال کا تجزیہ ہے جنہوں نے ابن ہبیر کی کتب کے احتراق کے واقعے کی نفی کی ہے یا جن سے اس سلسلے میں کوئی قول ثابت نہیں ہے۔

اس مضمون کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ ابن ہبیر کے بارے میں محققین کو یک طرفہ رائے اختیار کرنے کے بجائے تمام اقوال کا جائزہ لینا چاہیے۔ امام سعید بن ابی مریم (م: ۲۲۲ھ) کا بیان ہے: "لم تحترق" ¹⁵ "کتب نہیں جلتی تھیں۔"

سعید بن ابی مریم (۱۴۴-۲۲۲ھ) مصری محدث ہیں، جو امام شافعی کے شاگرد اور ثقہ راوی شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے ابن ہبیر سے براہ راست سماعت کی تھی۔ یہ قول ابو داؤد سجستانی نے نقل کیا ہے، جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "تہذیب التہذیب" میں ذکر کیا ہے۔ یہ قول انتہائی اہم ہے کیونکہ سعید بن ابی مریم خود مصری ہیں اور انہوں نے ابن ہبیر سے قریب سے استفادہ کیا تھا۔ ان کا "لم تحترق" کہنا اس واقعے کے وقوع میں شک پیدا کرتا ہے۔ اگر یہ قول صحیح ہے تو پھر ابن ہبیر کی تدریس کا تعلق کتب کے جلنے سے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہو سکتا ہے۔ یہ قول ان محدثین کے موقف کے خلاف جاتا ہے جو احتراق کو تسلیم کرتے ہیں۔ ابن ہبیر کی کتب کے احتراق کا واقعہ مسلمہ نہیں ہے، بلکہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام یحییٰ بن معین (م: ۲۳۳ھ) اس بارے میں رقم طراز ہیں: "لَيْسَ بِشَيْءٍ. قِيلَ لِيَحْيَى: فَهَذَا الَّذِي يَحْكِي النَّاسُ أَنَّهُ احْتَرَقَتْ كُتُبُهُ؟ قَالَ: لَيْسَ لِهَذَا أَصْلًا، سَأَلْتُ عَنْهَا بِمِصْرَ" ¹⁶

"وہ (ابن ہبیر) کچھ بھی نہیں ہے۔" یحییٰ سے کہا گیا: "تو یہ جو لوگ حکایت کرتے ہیں کہ ان کی کتب جل گئی تھیں؟" انہوں نے فرمایا: "اس کی کوئی اصل نہیں، میں نے مصر میں اس کے بارے میں پوچھا تھا۔"

¹⁵ ابن حجر العسقلانی، أحمد بن علي. تهذيب التهذيب. حيدرآباد: دار المعارف النظامية، 1909، جلد 5، صفحہ 329.

¹⁶ ابن معين، يحيى. كلام يحيى بن معين. رواية أبي خالد الدقاق يزيد بن الهيثم طحان البادي. تحقيق: الدكتور محمود الطحان. الرياض:

مكتبة المعارف، 1988، صفحہ 97، 108.

"وَقَالَ أَيُّضًا: ابْنُ هَيْبَةَ لَيْسَ بِشَيْءٍ، تَعَبَّرَ أَوْ لَمْ يَتَّعَبَّرْ"¹⁷

”اور انہوں نے یہ بھی فرمایا: ابن ہبیہ کچھ بھی نہیں ہے، خواہ وہ بدل گیا ہو یا نہ بدلا ہو۔“

یہی بن معین کا یہ موقف نہایت سخت ہے۔ وہ نہ صرف احتراق کی نفی کرتے ہیں بلکہ اسے "بے اصل" قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے خود مصر جا کر اس واقعے کی تحقیق کی اور اسے جھوٹا قرار دیا۔ دوسرے قول میں وہ کہتے ہیں کہ ابن ہبیہ کی کمزوری تغیر (تبدیلی) سے پہلے یا بعد، دونوں حالتوں میں یکساں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر احتراق کا واقعہ ہوا بھی تو اس نے ابن ہبیہ کی حالت پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ یہ قول ان لوگوں کے لیے اہم ہے جو ابن ہبیہ کی تدلیس کو صرف احتراق کے بعد کا دور سمجھتے ہیں۔ ابن ہبیہ کی تدلیس کا تعلق کتب کے احتراق سے نہیں ہے، بلکہ یہ ان کی اصل کمزوری تھی جو پہلے سے موجود تھی۔ احتراق کی خبر خود ساختہ ہے۔

امام احمد بن صالح المصری (متوفی: ۲۳۸ھ):

قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ لَمَّا ذَكَرَهُ يَعْقُوبُ: كَانَ ابْنُ هَيْبَةَ طَلَبًا لِلْعِلْمِ صَحِيحَ الْكِتَابِ"¹⁸

امام احمد بن صالح نے جب یعقوب نے ان کا ذکر کیا تو فرمایا: "ابن ہبیہ علم کے طالب تھے اور ان کی کتاب صحیح تھی

"وَقَالَ أَيُّضًا: لَيْسَ مِنْ هَذَا شَيْءٍ"¹⁹

”اور انہوں نے یہ بھی فرمایا: اس (احتراق) میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔“

احمد بن صالح نے ابن ہبیہ کو "طالباً للعلم" اور "صحیح الكتاب" قرار دے کر ان کی علمی قدر کو تسلیم کیا ہے۔ ان کا "لیس من هذا شيء" کہنا صراحتاً احتراق کے واقعے کی نفی ہے۔ چونکہ احمد بن صالح خود ابن ہبیہ کے شاگرد تھے اور ان کے قریب رہے، اس لیے ان کا قول انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر کتب جلتیں تو انہیں اس کا علم ہوتا۔ ابن ہبیہ کی کتابیں صحیح تھیں اور ان کے جلنے کی خبر غلط ہے۔

امام یحییٰ بن حسان (متوفی: ۲۰۸ھ) کے والد کا بیان:

قَالَ يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ أَحْفَظَ مِنْ ابْنِ هَيْبَةَ بَعْدَ هُشَيْمٍ. قُلْتُ لَهُ: إِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ: اخْتَرَقَتْ كُتُبُ ابْنِ هَيْبَةَ. فَقَالَ: مَا غَابَ لَهُ كِتَابٌ"²⁰

”یہی بن حسان کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو سنا، وہ کہہ رہے تھے: "میں نے ہشیم کے بعد ابن ہبیہ سے زیادہ حافظہ والا کوئی نہیں دیکھا۔" میں نے

ان سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ ابن ہبیہ کی کتب جل گئی تھیں۔ تو انہوں نے فرمایا: "ان کی کوئی کتاب غائب نہیں ہوئی۔“

یہ قول انتہائی اہم ہے کیونکہ راوی خود ابن ہبیہ کے ہم عصر ہیں۔ وہ انہیں ہشیم بن بشیر (م ۱۸۳ھ) کے بعد سب سے زیادہ حافظہ والا قرار دیتے ہیں۔ یہ قول ابن ہبیہ کے قوی حافظے اور کتب کی موجودگی دونوں کو ثابت کرتا ہے۔ ابن ہبیہ نہ صرف صاحب کتاب تھے بلکہ ان کا حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ احتراق کا واقعہ ایک افواہ ہے۔

¹⁷ الذہبی، محمد بن أحمد. میزان الاعتدال. تحقیق علی محمد البجاوی. القاهرة: دار إحياء الكتب العربية، 1963، جلد 2، صفحہ 477.

¹⁸ ابن حجر. تہذیب التہذیب، جلد 5، صفحہ 330.

¹⁹ ابن حجر. تہذیب التہذیب، جلد 5، صفحہ 330.

²⁰ ابن أبي حاتم، عبد الرحمن. كتاب الجرح والتعديل. حیدرآباد: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، 1952، جلد 2، صفحہ 148.

امام ابو زرعه رازی (۲۰۰-۲۶۳ھ)

"قَالَ الْإِمَامُ أَبُو زُرْعَةَ: سَمِعْتُ الْأَوَائِلَ وَالْأَوَاخِرَ مِنْهُ سَوَاءً، إِلَّا أَنَّ ابْنَ الْمُبَارَكِ وَابْنَ وَهْبٍ كَانَا يَتَّبِعَانِ أُصُولَهُ، وَلَيْسَ مِمَّنْ يُحْتَجُّ بِهِ"²¹
امام ابو زرعه نے فرمایا: "اس (ابن لہیعہ) سے اوائل اور اواخر کا سماع یکساں ہے، سوائے اس کے کہ ابن مبارک اور ابن وہب اس کے اصولوں کی پیروی کرتے تھے، اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں جن سے استدلال کیا جائے۔"

ابو زرعه کا یہ قول انتہائی اہم ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ابن لہیعہ کے ابتدائی اور آخری سماع دونوں یکساں ہیں۔ اگر احتراق کا واقعہ ہوتا تو اوائل اور اواخر میں فرق ہوتا، جیسا کہ دوسرے محدثین نے کہا ہے۔ لیکن ابو زرعه اس فرق کی نفی کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ابن لہیعہ "لیس من یحتج بہ" ہیں، یعنی چاہے پہلے کی روایت ہو یا بعد کی، دونوں قابل احتجاج نہیں ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن لہیعہ کی تدلیس یا کمزوری کا تعلق احتراق سے نہیں بلکہ یہ ان کی ذاتی صفت تھی۔

ابن لہیعہ کی ابتدائی اور آخری روایات میں کوئی فرق نہیں ہے، لہذا احتراق کا واقعہ بے معنی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رازی (۲۴۰-۳۲۷ھ) اپنے والد (ابو حاتم) سے وَقَالَ الْإِمَامُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ الرَّازِيُّ: قُلْتُ لِأَبِي: إِذَا كَانَ مَنْ يَرَوِي عَنْ ابْنِ لَهَيْعَةَ مِثْلَ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَابْنِ وَهْبٍ، يُحْتَجُّ بِهِ؟ قَالَ: لَا²² امام عبد الرحمن بن ابی حاتم رازی نے فرمایا: "میں نے اپنے والد (امام ابو حاتم) سے کہا: جب کوئی ابن لہیعہ سے روایت کرنے والا ابن مبارک اور ابن وہب جیسا ہو، تو کیا اس (ابن لہیعہ) سے استدلال کیا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔"

اس قول میں ابن مبارک اور ابن وہب جیسے ثقہ اور محتاط راویوں کے باوجود ابن لہیعہ سے استدلال کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن لہیعہ کی کمزوری اتنی شدید تھی کہ ابن مبارک اور ابن وہب جیسی ثقہ اور محتاط شخصیات کا ان سے روایت کرنا بھی ان کی روایات کو قابل قبول نہیں بنا سکتا۔ یہ قول اس نظریے کو تقویت دیتا ہے کہ ابن لہیعہ کی کمزوری احتراق سے پہلے اور بعد دونوں میں یکساں تھی، اس لیے احتراق کے واقعے کا ان کی تدلیس سے کوئی تعلق نہیں۔ ابن لہیعہ اس قدر کمزور ہیں کہ ان کی روایات کو ابن مبارک اور ابن وہب کی توثیق بھی قابل قبول نہیں بنا سکتی۔ یہ کمزوری احتراق سے پہلے بھی تھی۔

امام عمر بن احمد بن شاہین (۲۹۷-۳۸۵ھ):

"أوردَ الْإِمَامُ عُمَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ شَاهِينَ قَوْلَ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ بِنَفْسِهِ الْإِحْتِرَاقَ سَاكِنًا عَلَيْهِ"²³

امام عمر بن احمد بن شاہین نے یحییٰ بن معین کا قول (جس میں انہوں نے احتراق کی نفی کی ہے) بغیر کسی تعاقب کے نقل کیا ہے۔

ابن شاہین کا یہ طرز عمل اہم ہے کہ انہوں نے یحییٰ بن معین کا قول نقل کیا اور اس پر کوئی اعتراض یا تعاقب نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود بھی اس قول کو قبول کرتے ہیں۔ اگر وہ احتراق کے قائل ہوتے تو وہ یحییٰ بن معین کے قول کو نقل کرنے کے بعد اس کی تردید کرتے یا کم از کم کوئی تبصرہ کرتے۔ سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس قول کو درست سمجھتے ہیں۔

²¹ الذہبی، میزان الاعتدال، جلد 2، صفحہ 477.

²² ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، جلد 2، صفحہ 148.

²³ ابن شاہین، عمر بن احمد، تاریخ أسماء الضعفاء والكذابين، تحقيق: الدكتور عبد الرحيم محمد أحمد القشقرى، المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم، 1986، رقم 332.

مندرجہ بالا تفصیلی تجزیے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن ہبیرہ کی کتب کے احراق کا واقعہ اتنا یقینی نہیں ہے جتنا کہ بعض محدثین نے سمجھا ہے۔ بہت سے جدید محدثین نے اس کی نفی کی ہے، جن میں یحییٰ بن معین، سعید بن ابی مریم، احمد بن صالح، اور ابن سعد شامل ہیں۔ اس لیے، ابن ہبیرہ کی تدلیس کو صرف "احراق کتب" کے واقعے سے منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

تمام کتابیں نہیں بلکہ صرف بعض جلی ہیں

عبداللہ بن ہبیرہ کے بارے میں محدثین کے درمیان ایک اہم اختلافی مسئلہ ان کی کتب کے احراق (آتشزدگی) کی نوعیت کا ہے۔ جہاں بعض محدثین نے مکمل احراق کی نفی کی ہے اور بعض نے اسے تسلیم کیا ہے، وہیں ایک تیسرا گروہ ایسا ہے جو "جزوی احراق" کا قائل ہے۔ ان محدثین کے مطابق ابن ہبیرہ کی تمام کتب نہیں جل تھیں، بلکہ ان کا صرف ایک حصہ جل گیا تھا۔

پہلا قول: امام عثمان بن صالح سہمی (م ۲۱۹ھ):

"مَا اخْتَرَقْتُ كُتُبَهُ، مَا كَتَبْتُ مِنْ كِتَابِ عُمَارَةَ بْنِ عَزَبَةَ إِلَّا مِنْ أُصْلِ ابْنِ هَبِيرَةَ بَعْدَ اخْتِرَاقِ دَارِهِ، عَزَبَرٌ أَنَّ بَعْضَ مَا كَانَ يُقْرَأُ مِنْهُ اخْتَرَقَ، وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا سَبَبَ عِلَّةِ ابْنِ هَبِيرَةَ مِثِّي. أَقْبَلْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَتِيقٍ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَوَافَيْنَا ابْنَ هَبِيرَةَ أَمَامَنَا عَلَى جِمَارٍ فَأُفْلِحَ فَسَقَطَ، فَبَدَرَ ابْنُ عَتِيقٍ إِلَيْهِ فَأَجْلَسَهُ، وَصَرْنَا بِهِ إِلَى مَنْزِلِهِ، وَكَانَ ذَلِكَ أَوَّلَ سَبَبٍ عَلَّيْتِهِ"²⁴

”عثمان بن صالح نے فرمایا: ”ان کی کتابیں نہیں جلتی تھیں، میں نے عمارہ بن عزیبہ کی کتاب ان کے گھر کے جلنے کے بعد بھی ابن ہبیرہ کی اصل سے ہی لکھی ہے۔ البتہ جو کچھ ان پر پڑھا جاتا تھا اس کا کچھ حصہ جل گیا تھا۔ اور میں کسی کو ابن ہبیرہ کی بیماری کی وجہ مجھ سے زیادہ نہیں جانتا۔ میں اور عثمان بن عتیق جمعہ کے بعد نکلے تو ابن ہبیرہ ہمارے آگے ایک گدھے پر تھے، انہیں فالج ہو اور وہ گر پڑے، عثمان بن عتیق نے ان کی طرف دوڑ کر انہیں بٹھایا، اور ہم انہیں لے کر ان کے گھر گئے، اور یہ ان کی بیماری کی پہلی وجہ تھی۔“

دوسرا قول: امام اسحاق بن عیسیٰ طباع (م ۲۱۴ھ)

"قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ عَيْسَى الطَّبَّاعُ: مَا اخْتَرَقْتُ أَصُولَهُ، إِنَّمَا اخْتَرَقَ بَعْضُ مَا كَانَ يُقْرَأُ مِنْهُ، يُرِيدُ مَا نُسَخَّ مِنْهَا"²⁵

”امام اسحاق بن عیسیٰ طباع نے فرمایا: ”اس کے اصول نہیں جلے تھے، بلکہ ان میں سے جو کچھ پڑھا جاتا تھا اس کا کچھ حصہ جل گیا تھا، یعنی ان میں سے جو نقل کیا گیا تھا (وہ جل گیا)۔“

اسحاق بن عیسیٰ بن یزید طباع بغداد کے ثقہ محدث ہیں، جو امام شافعی کے شاگرد اور ابن ہبیرہ کے راویوں میں سے تھے۔ یہ قول امام ذہبی کی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں موجود ہے۔

اسحاق بن عیسیٰ طباع کا قول عثمان بن صالح کے قول کی تائید کرتا ہے۔ وہ صراحتاً فرماتے ہیں کہ "اصول" نہیں جلے۔ "اصول" سے مراد وہ اصل کتابیں ہیں جو ان کے پاس تھیں اور جن سے ان کے شاگرد روایت کرتے تھے۔ صرف "ما نُسَخَّ" (جو نقل کیا گیا) اور "مَا كَانَ يُقْرَأُ" (جو پڑھا جاتا تھا) جل گیا۔

²⁴ العقيلي، محمد بن عمرو. الضعفاء الكبير. تحقيق: عبد المعطي أمين قلعي. بيروت: دار الكتب العلمية، 1984، جلد 2، صفحہ 695.

²⁵ الذهبي، محمد بن أحمد. سير اعلام النبلاء. تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة، 1985، جلد 7، صفحہ 367.

تیسرا قول: امام شمس الدین ذہبی (۶۷۳-۷۴۸ھ)

"قَالَ الْإِمَامُ الذَّهَبِيُّ: وَالظَّاهِرُ أَنَّه لَمْ يَحْتَرِقْ إِلَّا بَعْضُ أُصُولِهِ"²⁶

”ذہبی نے فرمایا: ”اور ظاہر یہ ہے کہ اس کے اصولوں میں سے صرف ایک حصہ جل گیا تھا۔“

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی "سیر اعلام النبلاء"، "تاریخ الاسلام" اور "میزان الاعتدال" کے مصنف، محدثین کے امام اور مورخ ہیں۔ ذہبی نے پچھلے دونوں اقوال کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ "الظاہر" (ظاہر یہ ہے) کہ بعض اصول جل گئے تھے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ تمام اصول جل گئے، نہ یہ کہ کوئی اصول نہیں جلے، بلکہ ایک معتدل اور تحقیقی موقف اختیار کیا۔

امام قتیبہ بن سعید نے بھی اس واقعے کی تصدیق کی ہے کہ لیث بن سعد نے اگلے ہی دن ابن ابیہیہ کے پاس ہزار دینار بھیجے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابن حبان اور دیگر نے بھی اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔

امام ذہبی نے اس پر صراحت فرمائی:

"وَالظَّاهِرُ أَنَّه لَمْ يَحْتَرِقْ إِلَّا بَعْضُ أُصُولِهِ"²⁷ ”اور ظاہر یہ ہے کہ اس کے اصولوں میں سے صرف ایک حصہ جل گیا تھا۔“

امام عثمان بن صالح نے بھی فرمایا:

"مَا احْتَرَقَتْ كُتُبُهُ، مَا كَتَبْتُ مِنْ كِتَابِ عُمَارَةَ بْنِ عَزَبَةَ إِلَّا مِنْ أَصْلِ ابْنِ هُبَيْرَةَ بَعْدَ احْتِرَاقِ دَارِهِ"

”ان کی کتابیں نہیں جلتی تھیں، میں نے عمارہ بن غزیہ کی کتاب ان کے گھر کے جلنے کے بعد بھی ابن ابیہیہ کی اصل سے ہی لکھی ہے۔“

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض اصول جل گئے ہوں گے، کیونکہ مختلف روایات میں تضاد ہے۔ بیشتر اصول محفوظ رہے، کیونکہ عثمان بن صالح جیسے راوی ان سے روایت کرتے رہے۔ نقل شدہ نسخے (جو دوسروں کے پاس تھے) زیادہ متاثر ہوئے۔

امام اسحاق بن عیسیٰ طباع نے اس کی صراحت درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

"مَا احْتَرَقَتْ أُصُولُهُ، إِنَّمَا احْتَرَقَ بَعْضُ مَا كَانَ يُفْرَأُ مِنْهُ، يُرِيدُ مَا نُسِخَ مِنْهَا"²⁸

(اس کے اصول نہیں جلے تھے، بلکہ ان میں سے جو کچھ پڑھا جاتا تھا اس کا کچھ حصہ جل گیا تھا، یعنی ان میں سے جو نقل کیا گیا تھا وہ جل گیا۔)

نتیجہ بحث:

مندرجہ بالا تینوں محدثین کے اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ ابن ابیہیہ کے گھر میں آتشزدگی (احتراق دار) کا واقعہ اگرچہ تاریخی طور پر ثابت ہے، لیکن اس واقعے کی نوعیت اور اس سے ان کی کتب کو پہنچنے والے نقصان کی مقدار میں محدثین کے درمیان شدید اختلاف ہے۔ اس مضمون میں ہم ثابت کریں گے کہ ابن ابیہیہ کی تمام کتابیں نہیں جل تھیں، بلکہ صرف بعض کتابیں متاثر ہوئیں اور باقی کتابیں سلامت رہیں۔

حادثہ احتراق دار کی صحت کے بارے میں محدثین کی ایک بڑی تعداد متفق ہے۔ ان میں وہ ائمہ شامل ہیں جو خود ابن ابیہیہ کے ہم عصر، ہم وطن (مصری) اور ان کے شاگرد تھے۔ ان میں یحییٰ بن بکیر، لیث بن سعد، عثمان بن صالح، سعید بن ابی مریم، قتیبہ بن سعید، اسحاق بن عیسیٰ طباع، عبدالرحمن بن یوسف بن خراش، یحییٰ بن معین اور عمرو بن علی الفلاس شامل ہیں۔ ان میں سے پانچ (یحییٰ بن بکیر، لیث بن سعد، عثمان بن صالح،

²⁶ الذہبی. سیر أعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 368.

²⁷ الذہبی. سیر أعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 368.

²⁸ الذہبی. سیر أعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 368.

سعید بن ابی مریم، قتیبہ بن سعید) خود مصر کے رہنے والے تھے اور انہوں نے براہ راست ابن لہیعہ سے روایت کی تھی۔ ان میں سے نوائمہ نے بطور مجموعی اس واقعے کو ثابت کیا ہے۔

باقی دو نائمہ (احمد بن صالح اور ابویحییٰ حسان) نے اس واقعے کی نفی کی ہے، لیکن جب ہم ثابت کرنے والوں (مشتبہین) اور نفی کرنے والوں (نافین) کے درمیان موازنہ کرتے ہیں تو "المنبت مقدم علی النافی" (ثابت کرنے والا نفی کرنے والے پر مقدم ہے) کے اصول کے تحت، اور "من علم حجة علی من لم يعلم" (جسے علم ہے وہ اس پر حجت ہے جو نہیں جانتا) کے تحت، ثابت کرنے والوں کی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔

اول: عثمان بن صالح سہمی، جو خود ابن لہیعہ کے شاگرد اور ہم وطن تھے، انہوں نے صراحتاً فرمایا کہ ان کی کتابیں نہیں جلتی تھیں۔ ان کا قول ہے: "ما احتزقت کتبہ، ما کتبت من کتاب عمارة بن غزیه إلا من أصل ابن لہیعہ بعد احتراق دارہ"²⁹

"یعنی ان کی کتابیں نہیں جلتی تھیں، میں نے عمارہ بن غزیه کی کتاب ان کے گھر کے جلنے کے بعد بھی ابن لہیعہ کی اصل سے ہی لکھی ہے۔"

اس قول سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں: ایک تو یہ کہ آتشزدگی کا واقعہ پیش آیا (کیونکہ وہ "بعد احتراق دارہ" کہہ رہے ہیں)، اور دوسرے یہ کہ ابن لہیعہ کی "اصل" کتابیں (یعنی وہ مستند ماخذ جن سے وہ روایت کرتے تھے) سلامت رہیں، کیونکہ عثمان بن صالح انہی سے احتراق کے بعد بھی روایت کر رہے ہیں۔

دوم: عثمان بن صالح نے یہ بھی واضح کیا کہ "غیر ان بعض ماکان یقرأ منہ احترق"

"یعنی البتہ جو کچھ ان پر پڑھا جاتا تھا اس کا کچھ حصہ جل گیا تھا۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کو نقصان پہنچا وہ "مقروءات" (پڑھے جانے والے مواد) تھا، نہ کہ "اصول" (بنیادی کتابیں)۔

سوم: امام عقیلی نے عثمان بن صالح کے حوالے سے "الضعفاء" میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "معاذ اللہ ان یکون شیء من ذلك"

یعنی اللہ کی پناہ کہ اس (نقصان) میں سے کچھ ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ابن لہیعہ کے علمی سرمائے کو کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچا تھا۔

مندرجہ بالا تفصیلی تجزیے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ابن لہیعہ کی کتب کا احتراق اگرچہ ایک تاریخی حقیقت ہے، لیکن یہ احتراق مکمل نہیں تھا بلکہ جزوی تھا۔ یہ حادثہ ۷۰ھ میں پیش آیا، جس میں ابن لہیعہ کے گھر میں آتشزدگی ہوئی، لیکن اس آتشزدگی میں ان کی تمام کتابیں نہیں جل گئی تھیں۔

ابن لہیعہ کے اصول (بنیادی اور مستند کتابیں) زیادہ تر سلامت رہیں، جیسا کہ عثمان بن صالح اور اسحاق بن عیسیٰ طباع کے اقوال سے ثابت ہے۔ صرف بعض مقروءات (ان پر پڑھے جانے والے مواد) یا بعض منسوخات (نقل کی گئی کتابوں) میں سے کچھ حصہ جل گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن مبارک، ابن وہب اور عثمان بن صالح جیسے کبار راوی احتراق کے بعد بھی ابن لہیعہ سے روایت کرتے رہے اور ان کی روایات کو محدثین نے قبول کیا۔ لہذا، یہ کہنا کہ "ابن لہیعہ کی تمام کتابیں جل گئی تھیں" درست نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ بعض کتابیں جل گئی تھیں اور باقی کتابیں سلامت رہیں۔

²⁹ العقیلی، محمد بن عمرو. الضعفاء الکبیر. تحقیق: عبد المعطیٰ امین قلعبی. بیروت: دار الکتب العلمیة، 1984، جلد 2، صفحہ 695.